Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

Ibn Hazm's Style of Ijtihad: An Analytical Study

ابن حزم کا اسلوب اجتہاد: ایک مطالعاتی جائزہ

Fawad Yaseen
Hafiz Muhammad Abdullah
Dr. Muhammad Sajjad Malik
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Education, LMC Lahore at-abbasifawad786@gmail.com
Doctoral Candidate Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University Lahore / SST, WAPDA Inter College Mangla Dam Mirpur AJK at-hafizmuhammadabdullah53@gmail.com
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Division of Islamic and Oriental Learning, University of Education, Lahore, Pakistan at-Muhammad.sajad@ue.edu.p

Abstract

This research conducts an in-depth analytical study on the style of Ijtihad employed by Ibn Hazm, a prominent Islamic jurist and theologian of the 11th century. Focusing on Ibn Hazm's unique approach to Ijtihad, the study examines the sources, principles, and methodologies that shaped his legal reasoning and decision-making process. By exploring key works such as "Al-Muhalla," the research seeks to unravel the distinctive features of Ibn Hazm's Ijtihad style, shedding light on his contributions to Islamic jurisprudence. The analysis also considers the historical and intellectual context in which Ibn Hazm operated, providing a comprehensive understanding of the factors influencing his legal thought. This study contributes to the broader discourse on Islamic legal theory by offering insights into the diversity of Ijtihad methodologies and enriching our appreciation of Ibn Hazm's juristic legacy.

Keywords: Ibn Hazm, Ijtihad, Islamic jurisprudence, Legal reasoning, Al-Muhalla, Juristic legacy, Islamic legal theory, Legal decision-making, Intellectual context, Sources of Ijtihad, Principles of Ijtihad, Methodologies, Analytical study

تمہید

ابن حزم کے طرز و اسلوب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ وہ اجتہاد کی بنیاد صرف اور صرف نصوص کتاب و سنت پر رکھتے ہیں؛ پھر ان نصوص سے مفہوم اخذ کرتے ہوئے محض ان کے ظاہری پہلو کو اہمیت دیتے ہیں اور ان کے قدرے گہرے معانی کو لائق توجہ نہیں سمجھتے۔ وہ ان الفاظ سے ثابت شدہ حکم کو بھی کسی علت و سبب سے مربوط نہیں کرتے بل کہ محض اتنی ہی قدر پر اکتفا کرتے ہیں جو ظاہر لفظ سے پتا چلے۔ اسی طرح حدیث کے سلسلے میں وہ محض مرفوع اور صحیح روایات کو مدارِ استدلال بناتے ہیں؛ موقوف اور مرسل روایت کو ضعیف میں شامل کرتے ہوئے مسترد کر دیتے ہیں۔ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور سابقہ شریعتوں کے احکام بھی ابن حزم کے یہاں حجیت و استناد کے مرتبے کو نہیں پہنچتے۔ البتہ استیناس کے طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال بیان کر دیتے ہیں، تاہم اصل بنا ان پر نہیں رکھتے۔ ابن حزم کے اسلوب اجتہاد میں درج ذیل خصائص نمایاں ہیں:

- **ظاہر نص کی پابندی**
- **رائے کی کلی نفی**
- **انکارِ تعلیل**
- **لغت سے اعتنا**
- **استصحاب پر اعتماد**

آیندہ سطروں میں ان کی شرح کی جاتی ہے۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

☆ظاہر نص کی پابندی

ابن حزم کے اسلوب اجتہاد کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ نصوص کتاب وسنت کے ظاہری مفہوم کی شدت سے پابندی کرتے ہیں اور اسے چھوڑ کر نصوص کے اسباب وعلل اور مقاصد واہداف کی جانب متوجہ نہیں ہوتے۔ابن حزم نے اس ضمن میں زیادہ شدت کا مظاہرہ کیا ہے۔

ظاہر سے مراد

ابن حزم نے ظاہر اور نص کو ایک ہی قرار دیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''نص، قرآن وسنت میں وارد لفظ سے عبارت ہے جس کے ذریعے چیزوں کے حکم پر استدلال کیا جاتا ہے۔یہ نص ہی ظاہر بھی ہے، اور گاہے کسی متکلم کا ہر کلام نص کہلاتا ہے۔''[1]

گویا ابن حزم کی نظر میں نص کے الفاظ ہی ظاہر بھی ہیں اور نص بھی؛ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اتباع ظاہر کی فرضیت اور تاویل کی حرمت

ابن حزم نے اوامر واخبار کو ظاہر پر محول کرنے کے متعلق مستقل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ الفاظ کو ظاہر پر رکھنا فرض اور ان کی تاویل بلا دلیل و برہان ناجائز ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"وَحمل الْكَلَام على ظَاهره الَّذِي وضع لَهُ فِي اللُّغَة فرض لَا يجوز تعديه إِلَّا بِنَص أَو إِجْمَاع لِأَن من فعل غير ذَلِك أفسد الْحَقَائِق كلهَا والشرائع كلهَا والمعقول كُله."[2]

''کلام کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا فرض ہے جس کے لیے اسے لغت میں وضع کیا گیا ہے۔اس سے تجاوز روا نہیں ہے الا یہ کہ کسی نص یا اجماع کے ذریعے ایسا کیا جائے۔ لیکن ان کے بغیر ظاہر سے تجاوز کرنے والا تمام حقائق، شرائع اور عقلی مسلمات کو فاسد کر دے گا۔''

ابن حزم اتباع ظاہر کی فرضیت پر درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

1۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ}[3]

''آپ اس چیز کی پیروی کیجیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی گئی ہے۔''

اللہ عزوجل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحیِ منزل کی اتباع کا حکم دیا ہے اور وہ صرف ظاہر اور قابل سماعت چیز ہے۔[4]

2۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ}[5]

---

[1] الاتجاهات الفقهية عند أصحاب الحديث في القرن الثالث الهجري، ص335

[2] أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري الفصل في الملل، مكتبة الخانجي–القاهرة 3/3۔

[3] الانعام 6:106

[4] الاحکام 3ر42

[5] العنکبوت، 29:51

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

”کیاان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔“

ابن حزم کے مطابق اللہ تعالی نے ہمیں خبر دی ہے کہ ہم اس پر اکتفا کریں جو ہم پر پڑھا جاتا ہے اور اس میں ممانعت ہے کہ ہم اس کی تاویل کے در پے ہو جو غیر ظاہر ہے اور تلاوت نہیں کیا جاتا۔

3۔ارشاد ربانی ہے:

{قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ١ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ}[6]

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجیے ! میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو کچھ مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔“

ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر صرف یہی آیت ہوتی تو اس مسئلے میں کافی تھی کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب سے اظہار برأت کر دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ صرف وحی کی پیروی کرتے ہیں۔اب جو شخص تاویل کا مدعی اور ظاہر کا تارک ہے،وہ در حقیقت وحی کو ترک کرتا ہے اور غیب کا دعوے دار ہے۔ہر وہ چیز جو مشاہدے یعنی ظاہر سے پوشیدہ ہو غیب ہے الا یہ کہ اس پر کوئی قطعی عقلی دلیل ہو؛ یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نص ہو؛ یا پھر نص پر مبنی اجماع ہو۔[7]

4۔ارشاد خداوندی ہے:

{اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا}[8]

”تو کیا میں اللہ کے علاوہ اور کوئی منصف تلاش کروں حالاں کہ اس نے پوری تفصیل کے ساتھ تم کتاب نازل کر دی ہے۔“

جس نے قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد شدہ نصوص کے ماسوا کوئی اور فیصل تلاش کیا اس نے گویا غیر اللہ کا حکم بنانا چاہا۔اللہ تعالی نے تو واضح کر دیا ہے کہ حکم وہی ہے جو کتاب اللہ میں مفصل طور پر نازل کر دیا گیا ہے اور یہی وہ ظاہر ہے جس سے تجاوز روا نہیں ہے۔

ترکِ ظاہر: ضلالت کا باعث

ابن حزم نے لکھا ہے کہ اصل میں ترک ظاہر ضلالت و گم رہی کا موجب بنتا ہے۔روافض اس لیے قعرِ ضلالت میں جا گرے کہ انھوں نے ظاہر کو ترک کر دیا اور بکر اور اس کے جیسے لوگوں کے مانند تقلید کی راہ پر چلے اور اللہ عز و جل کی جانب سے کسی قسم کے علم و ہدایت اور سلطان و برہان کے بغیر خواہشات کے اسیر ہو کر رہ گئے۔روافض کی تاویلیں ملاحظہ ہوں:

اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً[9]

میں بقرۃ سے مراد گاے نہیں لیتے؛ کہتے ہیں یہ ظاہر پر نہیں ہے اور اس سے خدا کی مراد گاے نہیں بل کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں! (معاذ اللہ)

يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ[10]

سے مراد ابو بکر و عمر رضوان اللہ علیہما ہیں۔

---

[6] الانعام،50:6

[7] الاحکام 3 ر 43

[8] ابراہیم 4:14

[9] البقرۃ 67:2

[10] النساء 51:4

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

الغرض روافض کے مطابق یہ آیات اپنے ظاہری الفاظ پر نہیں ہیں۔ابن حزم کا کہنا ہے کہ بکر اور اس کے ہم نواؤں کا بھی یہی طریقہ کار ہے۔ چناں چہ یہ کہتے ہیں: حدیث مبارکہ:

البیعان بالخیار مالم یتفرقا[11]

میں جدا ہونا ظاہری مفہوم کے مطابق نہیں ہے بل کہ مراد یہ ہے کہ جب تک ایک قیمت پر متفق نہ ہو جائیں۔[12]

ظاہر سے استدلال کی مثالیں

ابن حزم نے الفاظ کے ظاہر کو اصل مقصود یعنی نص قرار دیا ہے، اس لیے وہ قرآن و سنت کے احکام کو محض ظواہر الفاظ ہی تک محدود رکھتے ہیں۔اس سلسلے کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1۔اہل کفر کی نجاست کا مسئلہ

غیر مسلموں کے حوالے سے ابن حزم نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ وہ نجس ہیں اور ان کی نجاست معنوی نہیں ہے بل کہ حسی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''کفار کا لعاب؛ مرد ہوں یا عورت، کتابی ہوں یا غیر کتابی، بالکل نجس ہے۔اسی طرح اُن کا پسینہ، آنسو اور ان کی ہر چیز ناپاک ہے۔غیر ماکول اللحم جانور پرندے ہوں یا دوسرے جانور خنزیر، کتا، بلا، درندہ اور چوہا ان سب کا لعاب حرام اور واجب الاجتناب ہے، ماسوا ضبع (بجو) کے۔ علیٰ ہذا القیاس ان کا پسینہ اور آنسو بھی حرام اور ناپاک ہے۔ان تمام باتوں کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ''مشرک ناپاک ہیں۔''[13]

جب مشرکین نجس ہیں تو اُن کا ہر جزو ناپاک ٹھہرا، اس لیے کہ کل اپنے اجزاء سے عبارت ہوتا ہے۔اگر کہا جائے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ مشرکین کا مذہب نجس ہے۔ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ بالفرض والمحال اس بات کو درست مانا جائے تو کیا اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ مشرکین پاک ہیں؟! معاذ اللہ! اس آیت کریمہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث: ان المومن لاینجس سے یہ بات ہرگز نہیں سمجھی گئی کہ مشرک پاک ہوتا ہے۔اور اس سے عجیب تر بات اور کیا ہوگی کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے نجس کہا ہے ان کو پاک تصور کیا جائے؟ پھر اس پر طرہ یہ کہ مشرکین کو پاک کہنے والا مٹی کو نجس قرار دیتا ہے جس کی نجاست میں کوئی نص وارد ہی نہیں ہوئی! بس ایسی بات کو صرف سُن لینا چاہیے (تسلیم کرنا اور عمل کرنا تو دوسری بات ہے) اللہ کا شُکر ہے کہ ہم اس سے محفوظ ہیں۔"[14]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ نجس کے ظاہری مفہوم پر انحصار کرتے ہوئے ابن حزم نے کفار کے لعاب آنسو اور پسینے کو پلید قرار دیا ہے۔

ظاہر کی تاویل

کیا ظاہر لفظ کو کسی بھی صورت میں اس سے ہٹایا نہیں جا سکتا؟

---

[11] بخاری، رقم 2079

[12] الاحکام، 3، 40

[13] التوبۃ 9:28

[14] المحلیٰ بالآثار، 1، 129-130

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

اس کے جواب میں ابن حزم نے لکھا ہے کہ نصوص کو ظاہر پہ محمول کرنا واجب ہے الا یہ کہ کسی دوسری نص سے پتا چلے کہ یہاں ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ بہ طور مثال قرآنی آیت: الذین امنوا و لم یلبسوا ایمانهم بظلم [15] میں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی ہے۔ یا پھر اس پر یقینی اجماع موجود ہو جیسے یو صیکم اللہ فی اولادکم کے متعلق اجماع ہے کہ عصبہ کی موجودگی میں نواسے اس میں شامل نہیں ہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی یقینی عقلی دلیل ہو جیسے: اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ [16] کے بارے میں مشاہدہ سے یہ ثابت ہے کہ تمام لوگوں نے یہ بات نہیں کہی تھی۔ [17]

☆رائے کی کلی نفی

ابن حزم اپنے اجتہادی عمل کی بنیاد محض نصوص کتاب و سنت پر رکھتے ہیں، اس لیے نصوص کے ماسوا کسی بھی رائے کو قابل قبول نہیں گردانتے۔ وہ رائے کو کلیتاً مسترد کرتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے یہاں قیاس، استحسان، استصلاح وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیوں کہ یہ سبھی طریقے رائے ہی کے ذیل میں آتے ہیں۔

رائے کیا ہے؟

رائے کی تعریف ابن حزم نے اس طرح کی ہے:

"ما ظنته النفس صواباً دون برهان." [18]

”ذہن جس درست سمجھے لیکن اس پر کوئی دلیل نہ ہو۔“

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"والرأي ما تخيلته النفس صوابا دون برهان ولا يجوز الحكم به أصلا." [19]

”رائے وہ ہے جس کے متعلق ذہن کا بلا دلیل یہ تخیل ہو کہ وہ درست ہے؛ اس کی بنا پر کوئی حکم لگانا کسی طور روا نہیں ہے۔“

بے دلیل بات ظن و تخمین ہوتی ہے، اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ ابن حزم لکھتے ہیں:

و حقيقة معني لفظ الرأي الذي اختلفنا فيه: هو الحكم في الدين بغير نص و لكن بما يراه المفتي أحوط و أعدل في التحريم أو التحليل أو الايجاب و من وقف علي هذا الحد و عرف ما معني الرأي اكتفي في ايجاب المنع منه بغير برهان اذ هو قول بلا برهان [20]

”رائے کے جس لفظ میں ہمارا اختلاف ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ دین میں نص کے بغیر کوئی حکم لگایا جائے گا۔ مفتی جس چیز کو تحریم و تحلیل یا ایجاب کے معاملے میں زیادہ محتاط یا قرین عدل سمجھے اس پر حکم کی بنا رکھے۔ جس نے یہ تعریف سمجھ لی اور رائے کے مفہوم سے آگاہ ہو گیا تو وہ بلا دلیل اس لگانے کو لازماً ممنوع قرار دے گا کہ یہ بے دلیل قول ہی سے عبارت ہے۔“

---

15 الانعام، 82:6

16 آل عمران 173:3

17 النبذة الكافية، ص 36

18 أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري رسائل ابن حزم، المؤسسة العربية للدراسات والنشر ۴/۴۱۶

19 الاحکام ۱/۴۵۔

20 أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري، الصادع، المؤسسة العربية للدراسات والنشر ص ۳۸۲

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

ابن حزم نص اور اجماع کے ماسوا، استحسان اور استنباط سمیت تمام اسالیب (قیاس، استصلاح، ذرائع) کو رائے میں شامل کرتے ہیں۔

رائے کیوں ممنوع ہے؟

دینی مسائل میں رائے پر اعتماد کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ اس کا جواب ابن حزم یوں دیتے ہیں۔:

"وَلَا يَحِلُّ الْقَوْلُ بِالْقِيَاسِ فِي الدِّينِ وَلَا بِالرَّأْيِ لِأَنَّ أَمْرَ اللهِ تَعَالَى عِنْدَ التَّنَازُعِ بِالرَّدِّ إلَى كِتَابِهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ صَحَّ، فَمَنْ رَدَّ إلَى قِيَاسٍ وَإِلَى تَعْلِيلٍ يَدَّعِيه أَوْ إلَى رَأْيٍ فَقَدْ خَالَفَ أَمْرَ اللهِ تَعَالَى الْمُعَلَّقَ بِالْإِيمَانِ وَرَدَّ إلَى غَيْرِ مَنْ أَمَرَ اللهُ تَعَالَى بِالرَّدِّ إلَيْهِ." [21]

”کسی دینی مسئلے میں قیاس و رائے سے فیصلہ کرنا ناجائز ہے کیوں کہ اللہ عزوجل نے اختلاف و نزاع کی صورت میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے۔ جو شخص قیاس، خود ساختہ علت یا رائے کی جانب رجوع ہوتا ہے، وہ خدا کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے جس پر ایمان کا انحصار ہے اور اس شے کی علاوہ کسی اور چیز کی طرف مسئلے کو لوٹاتا ہے جس کی طرف اللہ نے لوٹانے کا حکم دیا ہے۔“

ابن حزم نے رائے سے عدم استناد پر درج ذیل آیات سے استدلال کیا ہے:

1۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ} [22]

”ہم نے کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔“

2۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے:

{تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ} [23]

”اس قرآن میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔“

3۔ رب کریم نے فرمایا:

{لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِم} [24]

”تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس چیز کی وضاحت فرمادیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہے“

4۔ ارشاد خداوندی ہے:

{اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ} [25]

---

[21] المحلی ۵۶/۱۔

[22] الانعام 38:6

[23] النحل 89:16

[24] النحل 44:16

[25] المائدۃ 3:5

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

"آج کے دن میں ن تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا۔"

مندرجہ بالا آیات پیش کرنے کے بعد ابن حزم لکھتے ہیں:

"إِبْطَالٌ لِلْقِيَاسِ وَلِلرَّأْيِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَخْتَلِفُ أَهْلُ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ اسْتِعْمَالُهُمَا مَا دَامَ يُوجَدُ نَصٌّ، وَقَدْ شَهِدَ اللَّهُ تَعَالَى بِأَنَّ النَّصَّ لَمْ يُفَرِّطْ فِيهِ شَيْئًا، وَأَنَّ رَسُولَهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - قَدْ بَيَّنَ لِلنَّاسِ كُلَّ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ، وَأَنَّ الدِّينَ قَدْ كَمُلَ فَصَحَّ أَنَّ النَّصَّ قَدْ اسْتَوْفَى جَمِيعَ الدِّينِ، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ كَذَلِكَ فَلَا حَاجَةَ بِأَحَدٍ إِلَى قِيَاسٍ وَلَا إِلَى رَأْيِهِ وَلَا إِلَى رَأْيِ غَيْرِهِ." [26]

"ان میں قیاس کا ابطال ہے کیوں کہ اہل قیاس ورائے کو بھی اس امر سے اختلاف نہیں ہے کہ نص کی موجودگی میں رائے اور قیاس کا استعمال نہیں ہے۔اب اللہ عزوجل نے شہادت دی ہے کہ نص میں کوئی کمی نہیں چھوڑی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نازل شدہ ہر شے کی وضاحت کر دی ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ نصوص پورے دین کو محیط ہیں۔اس صورت میں کسی قیاس یا رائے کی ضرورت ہی نہیں رہتی!"

رائے کی ممانعت پر احادیث وآثار

مذہبی معاملات میں رائے کے ناقابل حجت ہونے پر ابن حزم نے قرآنی آیات کے علاوہ حدیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی استناد کیا ہے جن میں سے چند ایک کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

1۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَنْزِعُ العِلْمَ بَعْدَ أَنْ أَعْطَاكُمُوهُ انْتِزَاعًا، وَلَكِنْ يَنْتَزِعُهُ مِنْهُمْ مَعَ قَبْضِ العُلَمَاءِ بِعِلْمِهِمْ، فَيَبْقَى نَاسٌ جُهَّالٌ، يُسْتَفْتَوْنَ فَيُفْتُونَ بِرَأْيِهِمْ، فَيُضِلُّونَ وَيَضِلُّونَ [27]

"بے شبہ اللہ تعالی تمھیں علم دینے کے بعد کھینچ کر نہیں نکالے گا بل کہ علما کو ان کے علم سمیت اٹھا کر علم واپس لے گا۔ پیچھے جاہل رہ جائیں گے جن سے فتوی پوچھا جائے گا تو وہ اپنی رائے سے فتوے صادر کریں گے۔یوں خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔"

ابن حزم کہتے ہیں کہ جو رائے کی بنیاد پر فتوی جاری کرتا ہے وہ علم کے بغیر فتوی دیتا ہے۔دین میں قرآن وحدیث کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے۔

2۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

لم يزل أمر بنى اسرائيل مستقيما حتى نشأ فيهم أبناء سبايا الأمم ، فقالوا بالرأى فضلوا وأضلّوا [28]

"بنی اسرائیل کا معاملہ درست رہا، پھر ان میں لونڈیوں کی اولاد پروان چڑھی اور رائے سے فیصلہ کرنا شروع کیا۔اس طرح خود بھی ضلالت کا شکار ہوئے اور دوسروں کو بھی قعر ضلالت میں گرایا۔"

3۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

"مجھے کون زمین اٹھائے گی اور کون آسمان مجھ پر سایہ فگن ہو گا، اگر میں کسی آیت کے متعلق کوئی بات اپنی رائے کہوں گا؟" [29]

4۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

---

[26] المحلی 1،78

[27] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب مایذکر من ذم الرای وتکلف القیاس، رقم 7303

[28] أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري ملخص ابطال القياس والرای، المؤسسة العربية للدراسات والنشر ص ٥٦۔

[29] ایضاً ۔ ٥٧

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

اتهمو االرأی"رائے کو متہم جانو۔"[30]

5۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بر سرِ منبر فرمایا:

"يا أيهاالناس ، إن الرأى إنما كان من رسول الله مصيباً لأن الله كان يريه وإنما هو منا الظن والتكلف."[31]

"لوگو! رائے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہ نمائی خدا فرماتا ہے؛ ہماری رائے تو ظن وگمان اور تکلف کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

ابن حزم نے اپنی مختلف کتابوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے کی مذمت میں اقوال نقل کیے ہیں؛ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے عمر، عثمان، علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیر ھم سبھی رائے سے اظہار برأت کرتے تھے۔ وہ اسے مذموم ٹھیراتے، اس سے متنبہ کرتے اور اس پر عمل کرنے سے منع فرماتے تھے۔"[32]

☆**انکارِ تعلیل**

ابن حزم کے اسلوب اجتہاد کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ وہ شرعی احکام کی تعلیل و توجیہ کے قائل نہیں ہیں۔ وہ منصوص احکام کے اسباب وعلل کی تلاش وجستجو کے درپے نہیں ہوتے۔ ان کے نزدیک اگر کسی حکم کی علت نص ہی میں موجود ہو تو بھی اسے کسی دوسرے مقام پر موثر نہیں ماناجائے گا بل کہ اسی نص تک محدود رکھا جائے گا۔ اسی بنا پر قیاس بھی ان کے یہاں بار نہیں پاتا کیوں کہ اس کی بنیاد بھی علت کی تعیین وتخریج پر ہوتی ہے۔ ابن حزم لکھتے ہیں:

"إن الأسباب لا يتعدى بها المواضع التي نص الله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم عليها ولا يوجب في كل مكان الحكم الذي وجب من أجلها في بعض الأمكنة."[33]

"اسباب ان مقامات سے تجاوز نہیں کرتے جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بیان کیا ہے اور نہ ہر جگہ وہ حکم لاگو ہوگا جو ایک مقام پر کسی وجہ سے عائد ہو رہا ہے۔"

ابن حزم تعلیل کو اس لیے مسترد کرتے ہیں کہ یہ خدا کی جانب سے ایسی خبر دینا ہے جو خود اس نے نہیں دی اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے بغیر علم کے ایسی بات لگانا ہے جو انھوں نے نہیں کہی۔[34]

علت چوں کہ مجتہد کے غور وفکر کا نتیجہ ہوتی ہے، اس لیے اس میں صحت وخطا کا احتمال ہوتا ہے اور کسی پہلو کو یقینی قرار نہیں دیا جا سکتا؛ اس طرح منصوص حکم سے تجاوز لازم آتا ہے۔ ابن حزم کا کہنا ہے کہ انھیں اس امر سے انکار نہیں ہے کہ کسی شرعی حکم کا کوئی سبب یا علت ہو سکتی ہے لیکن ہم خود اسے متعین کر سکتے ہیں نہ اس کو مزید کسی دوسری شے میں جاری کر سکتے ہیں۔ انھوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

---

[30] النبذۃ الکافیہ ص ۵۹۔

[31] ایضا ۵۸۔

[32] الصادع ۶۰۳۔

[33] الاحکام فی اصول الاحکام، 8، 86

[34] الصادع، ص 520

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

"ولسنا ننكر أن يكون الله تعالى جعل بعض الأشياء سببا لبعض ما شرع من الشرائع بل نقر بذلك ونثبته حيث جاء به في النص كقوله صلى الله عليه وسلم أعظم الناس جرما في الإسلام من سأل عن شيء لم يحرم فحرم من أجل مسألته وكما جعل تعالى كفر الكافر وموته كافرا سببا إلى خلوده في نار جهنم والموت على الإيمان سببا لدخول الجنة وكما جعل السرقة بصفة ما سببا للقطع والقذف بصفة ما سببا للجلد والوطء بصفة ما للجلد والرجم وكما نقر بهذه الأسباب المنصوص عليها فكذلك ننكر أن يدعي أحد سببا حيث لم ينص عليه ولسنا نقول إن الشرائع كلها لأسباب بل نقول ليس منها شيء لسبب إلا ما نص منها أنه لسبب وما عدا ذلك فإنما هو شيء أراده الله تعالى الذي يفعل ما شاء ولا نحرم ولا نحلل ولا نزيد ولا ننقص ولا نقول إلا ما قال ربنا عز وجل ونبينا صلى الله عليه وسلم ولا نتعد ما قالا ولا نترك شيئا منه وهذا هو الدين المحض الذي لا يحل لأحد خلافه ولا اعتقاده سواء."[35]

''ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اشیا کو کسی شرعی حکم کا سبب بنایا ہو بل کہ ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور جہاں نص میں اس کا ذکر ہو، وہاں اسے ثابت مانتے ہیں؛ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''لوگوں میں جرم کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر وہ شخص ہے جو ایسی شے کے بارے میں استفسار کرتا ہے جو حرام نہیں ہے لیکن اس کے سوال کی بنا پر حرام ٹھیرا دی جاتی ہے۔'' ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کفر پر موت کو کافر کے دائمی دوزخی ہونے کا سبب ٹھہرایا ہے اور ایمان پر مرنے کو جنت میں داخلے کا سبب قرار دیا ہے۔ اسی طرح چوری کو ہاتھ کاٹنے کی؛ بہتان طرازی کو کوڑوں کی سزا کا اور جنسی تعلق کی ایک خاص صورت کو کوڑوں اور سنگ ساری کی سزا کا سبب بتلایا ہے۔ جس طرح ہم ان منصوص اسباب کو مانتے ہیں، ایسے ہی ہم اس کا انکار کرتے ہیں کہ کوئی شخص ایسے سبب کا دعویٰ کرے، جس پر کوئی نص موجود نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تمام شرعی احکام اسباب ہی کی بنا پر اساس پذیر ہیں بل کہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ ان میں صرف وہی سبب پر قائم ہے جس کے متعلق نص ہو کہ وہ سبب ہے۔ اس کے علاوہ احکام کی نوعیت یہ ہے کہ جو اللہ نے چاہا وہ کیا۔ ہم کسی شے کو حرام کہتے ہیں، نہ حلال ٹھیراتے ہیں؛ نہ کوئی اضافہ کرتے ہیں اور نہ کسی قسم کی کمی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے جو ہمارے پروردگار عزوجل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہم ان کے ارشادات سے کوئی تجاوز نہیں کرتے اور نہ ان میں سے کسی شے کو ترک کرتے ہیں۔ یہی وہ دین خالص ہے جس کی خلاف ورزی کسی کے لیے روا ہے اور نہ کوئی اور عقیدہ رکھنا ہی جائز ہے۔''

ابلیس: پہلا قائلِ تعلیل

ابن حزم نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے خدا کی نافرمانی اسی تعلیل کی بنا پر ہوئی:

"فأول ذنب عصى الله به التعليل لاوامر الله بلا نص و ترک اتباع ظاهرها، و ذالک قول ابليس: ما نهاكما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين استبط علة لنهي الله لهما عن أكل الشجرة."[36]

''سب سے اولین گناہ جس کی بنا پر خداوند متعال کی معصیت ظہور میں آئی، وہ احکام الٰہی کی بلا نص تاویل اور ظاہر کی اتباع ترک کرنے ہی کا گناہ تھا۔ یہ ابلیس تھا جس نے آدم وحوا سے کہا تھا کہ خدا تمھیں اس درخت کے کھانے سے اس لیے روک رہا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ گویا اس نے درخت کھانے سے منع کرنے کے حکم الٰہی کی علت مستنبط کی تھی!''

حرمتِ تعلیل کی قرآنی دلیل

[35] الاحکام، 8، م 102
[36] ملخص الطال القیاس، ص 49

ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

ابن حزم کے بہ قول خداوند کریم اپنے افعال میں کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور نہ اس سے یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ حکم کیوں دیا گیا ہے۔اس جب یہ جائز نہیں ہے تو پھر تمام اسباب و علل سرے سے باطل قرار پاتے ہیں۔[37]

اس ضمن میں ابن حزم کا استدلال درجہ ذیل آیت کریمہ سے ہے:

{لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ}[38]

''اللہ عزوجل جو کرتا،اس کے لیےاس سے سوال نہیں کیا جا سکتا لیکن لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔''

ابن حزم کا تعلیل و قیاس پر عمل

ابن حزم نے نظری سطح پر قیاس و تعلیل کو سختی سے مسترد کیا ہے تاہم بعض مقامات پر خود بھی اس اسلوب کو برتنے پر مجبور ہوئے ہیں اور ساتھ ہی اس کا انکار بھی کیا ہے کیوں کہ وہاں ان کا طرز عمل بہ ظاہر قیاس ہی کے زمرے میں آتا ہے۔

دلائل تعلیل پر تنقید

ابن حزم نے نصوص شریعت کی تعلیل کے حوالے سے جمہور علما کے دلائل پر تنقید بھی کی ہے؛ مثلاً جمہور کی ایک دلیل یہ ہے:

{فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ }[39]

''یہود کے ظلم کے باعث ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں،جو ان کے لیے حلال تھیں۔''

اس سے جمہور کا استدلال یوں ہے کہ طیبات کی حرمت کا سبب یا علت یہودیوں کا ظلم ہے؛ پس شرعی احکام علت پر مبنی ہوتے ہیں۔

اس کے جواب میں ابن حزم کا کہنا ہے کہ یہ تو قائلین تعلیل کے خلاف دلیل ہے؛ ہم صبح و شام ظلم کرتے ہیں لیکن ہمارے اوپر طیبات حرام نہیں ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ ظلم طیبات کی حرمت کا سبب یا علت نہیں ہے اور یہ کہ صرف اسی مقام پر جہاں از روے نص خدا نے اسے سبب بنایا ہے،اس کے ماسوا کسی بھی جگہ یہ ہر گز سبب نہیں بن سکتا۔[40]

☆لغت سے اعتنا

ابن حزم کے اجتہادی منہاج کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ زبان و لغت سے بہت استدلال کرتے ہیں۔اس سلسلے میں امر و نہی اور عموم کے متعلق ان کی آرا قابل ذکر ہیں۔

امر و نہی کی دلالت

ابن حزم امر کو وجوب پر محمول کرتے ہیں اور بلا کسی قرینے کے اسے وجوب سے پھیرنے کو درست نہیں سمجھتے۔امر سے وجوب مراد لینے پر ابن حزم نے قرآن و حدیث اور عقل و فطرت کے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[37] الاحکام،8، 102

[38] القرآن ۱۷:۲۳

[39] النساء 4:160

[40] الاحکام،8، 89

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

{وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا}[41]

اب جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی بات نہ مانے گا اس کے لیے جہنم کی آگ ہے اور ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

امر و نہی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی مرضی کرنا ہی معصیت ہے، جس پر یہ وعید ہے۔[42]

اللہ عزوجل نے فرمایا:

{ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ }[43]

”جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں ڈرنا چاہیے کہ انھیں کوئی فتنہ نہ پہنچے، یا دردناک عذاب اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔“

حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر فتنے اور عذاب کی وعید اس بات کی دلیل ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم واجب الاتباع ہے۔[44]

عموم سے استشہاد

لغت سے استنباط ہی کے ضمن میں ابن حزم کا یہ اسلوب بھی سامنے آتا ہے کہ وہ الفاظ کے عموم سے بہت زیادہ استدلال کرتے ہیں۔ ابن حزم کے یہاں عام اپنے عموم پر قطعی دلالت کا حامل ہوتا ہے اور اسے عموم سے ہٹانے کے لیے بھی کوئی نص ہی درکار ہوتی ہے؛ خواہ وہ مخصص نص خبر واحد ہی ہو کیوں کہ ابن حزم خبر واحد کو بھی از روے دلالت قطعی شمار کرتے ہیں۔[45]

ایسے متعدد فقہی مسائل ہیں جہاں ابن حزم نے نص کے حکم کو عام رکھتے ہوئے مسائل مستنبط کیے ہیں، مثلاً:

سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر رضاعت کبیر کو جائز ٹھیراتے ہیں۔

اولامستم النساء[46] سے استدلال کرتے ہوئے ابن حزم کا کہنا ہے عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ شہوت و تلذذ کی نیت سے ہو یا اس کے بغیر، کیوں کہ لفظ عام ہے۔

☆استصحاب پر اعتماد

ابن حزم چوں کہ رائے کو اس کی تمام اقسام اور جملہ صورتوں کے ساتھ مسترد کرتے ہیں، اس لیے قیاس، استحسان، استصلاح اور سد ذرائع ایسے اسالیب و مناہج ان کے نظام استدلال میں قطعی نامعتبر قرار پاتے ہیں۔ اس سے بہ ظاہر صریح منصوص صورتوں کے علاوہ دیگر پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنا اور ان پر شرعی حکم عائد کرنا خاصا شکل ہو جاتا ہے؛ چناں چہ اس سے عہدہ بر آ ہونے کے لیے ابن حزم استصحاب کو بہ روے کار لاتے ہیں۔

---

41 القرآن ۷۲:۲۳

42 الاحکام ۱۵/۳۔

43 القرآن ۲۴:۶۳۔

44 المحلی ۵۳/۱۔

45 الاحکام، ۹۸/۳۔

46 المائدہ 5:6

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

استصحاب سے مراد یہ ہے کہ جس شے کے متعلق جو شرعی حکم موجود ہے، وہی برقرار رہے گا الا یہ کہ اس کی تبدیلی پر کوئی دلیل پائی جائے۔ جن مسائل کے بارے میں واضح شرعی نصوص موجود ہیں، وہ اپنی اسی حالت پر رہیں گے ؛ یعنی فرض حرام، مستحب، مکروہ وغیرہ۔ رہے وہ امور جن کے حوالے سے صریح نص موجود نہیں ہے تو وہ مباح ہیں۔

مباح امور کی اباحت کے سلسلے میں ابن حزم کا نقطۂ نظریہ ہے کہ یہ دراصل قرآنی آیت :

ولكم في الارض مستقر ومتاع الى حين۔[47]

کی رو سے مباح ہیں۔ ابن حزم کے بہ قول یہ ارشاد باری تعالیٰ اس وقت کا ہے جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا۔ تو اب جن امور کو اللہ عزو جل نے حرام قرار دے دیا، وہ حرام ہیں اور ان کے ماسوا اس آیت کی رو سے مباح ہیں۔[48]

ابن حزم کا کہنا ہے کہ کسی بھی معاملے کو اس کے اصلی حکم سے بدلنے کے لیے نص یا اجماع یقینی سے دلیل درکار ہے جس کی عدم موجودگی میں حکم کی تبدیلی کا دعویٰ مسترد قرار پائے گا۔[49]

ابن حزم نے استصحاب کی بنا پر جو فقہی آرا اختیار کی ہیں ان کی تفصیلی مثالیں اگلے باب میں آئیں گی۔ یہاں ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے جو کہ مریض کے تصرفات کے متعلق ہے۔

جمہور علما کا کہنا ہے کہ مریض جو مرض الموت میں مبتلا ہے، وہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے نہ مال صدقہ کر سکتا ہے کہ اس کا مقصد ورثا یا بیوی کو وراثت سے محروم کرنا ہو سکتا ہے لیکن ابن حزم اس کی سختی سے تردید کرتے ہیں اور مریض کو بھی اسی طرح تمام تصرفات کی اجازت دیتے ہیں جیسے صحت مند شخص کو یہ استحقاق حاصل ہے۔[50]

ابن حزم کے منہج اجتہاد سے مستنبط رہنما اصول

باب اجتہاد تا قیامت کھلا ہے

تیسری صدی ہجری کے بعد کہ جب امت نے چند فقہائے کرام کو رہنمایان کرام کی تقلید شروع کردی تھی، امت ایک بڑے طبقے سے فرض کر لیا اور بہت سارا اس پر لکھا بھی گیا کہ آئمہ کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب دنیا میں مجتہد مطلق کو پیدا نہیں ہونا، لہٰذا خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ فقہائے اربعہ کے دامن علم سے وابستہ ہو جائیں اور تقلید کی روش کو اختیار کر لیں. اس فکر کے جڑ پکڑنے کے بعد ابتدائی صدیوں میں ابن حزم وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کا بہت شدت سے رد کیا اور پورے شرح و بسط سے اجتہاد کے تا قیامت جاری رہنے کے دلائل و براہین دیے۔ یہاں تک کہ انہوں نے پہلی بار اس نظریہ پر گفتگو کی کہ اجتہاد ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اگرچہ وہ اجہل الناس کیوں نہ ہو، البتہ فرق صرف اسی قدر ہوگا کہ ان کا دائرہ اجتہاد دیگر سے مختلف ہوگا، وہ صرف حق کو جاننے کے لیے علماء سے سوال کرے گا۔ اپنی تئیں یہ کوشش کرے گا کہ حق کو معلوم کرلے اور علماء بلاواسطہ شریعت سے رہنمائی لے کر زندگی بسر کریں گے۔ اس بارے ابن حزم رحمہ اللہ المحلی میں رقم طراز ہیں :

"ولايحل لأحد أن يقلد أحداً لاحياً ولا ميتاً وعلى كل أحد من الاجتهاد حسب طاقته."[51]

کسی ایک کیلئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی کی بھی تقلید کر دے چاہے وہ شخص زندہ ہوں یا وفات پا چکا ہوں۔ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق اجتہاد کرے۔

---

47 البقرۃ 36:2
48 الاحکام، 59،1
49 الاحکام، 2،5
50 المحلی، 348،9
51 المحلی، 851،1

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

گویا کہ ابن حزم اس بات کے قائل تھے کہ تقلید حرام ہے اور جب حرام ہے تو کسی بھی مسلمان کے لیے حلال کو اختیار کرنا لازم اور حرام سے بچنا ضروری ہے لہذا وہ تقلید کے حرام سے بچے اور درست راہ اجتہاد کو اختیار کرے اس کے بعد کے اجتہاد کے دائرہ عمل کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہر شخص مکلف اجتہاد ہے اگر وہ جہالت کے کسی بھی درجے پر فائز ہو آپ رقم طراز ہیں:

"فَفُرِضَ عَلَيْهِ إنْ كَانَ أَجْهَلَ الْبَرِيَّةِ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ مَوْضِعِهِ بِالدِّينِ الَّذِي جَاءَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، فَإِذَا دُلَّ عَلَيْهِ سَأَلَهُ، فَإِذَا أَفْتَاهُ قَالَ لَهُ هَكَذَا قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولُهُ؟ فَإِنْ قَالَ لَهُ نَعَمْ أَخَذَ بِذَلِكَ وَعَمِلَ بِهِ أَبَدًا، وَإِنْ قَالَ لَهُ هَذَا رَأْيِي، أَوْ هَذَا قِيَاسٌ، أَوْ هَذَا قَوْلُ فُلَانٍ، وَذَكَرَ لَهُ صَاحِبًا أَوْ تَابِعًا أَوْ فَقِيهًا قَدِيمًا أَوْ حَدِيثًا، أَوْ سَكَتَ أَوْ انْتَهَرَهُ أَوْ قَالَ لَهُ لَا أَدْرِي، فَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ بِقَوْلِهِ، وَلَكِنَّهُ يَسْأَلُ غَيْرَهُ. بُرْهَانُ ذَلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: {أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ} [2] فَلَمْ يَأْمُرْنَا عَزَّ وَجَلَّ قَطُّ بِطَاعَةِ بَعْضِ أُولِي الْأَمْرِ، فَمَنْ قَلَّدَ عَالِمًا أَوْ جَمَاعَةَ عُلَمَاءَ فَلَمْ يُطِعْ اللهَ تَعَالَى وَلَا رَسُولَهُ صلى الله عليه وسلم وَلَا أُولِي الْأَمْرِ، وَإِذَا لَمْ يَرُدَّ إلَى مَنْ ذَكَرْنَا فَقَدْ خَالَفَ أَمْرَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَمْ يَأْمُرْ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَطُّ بِطَاعَةِ بَعْضِ أُولِي الْأَمْرِ دُونَ بَعْضٍ."[52]

ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے اگرچہ وہ سب مخلوق سے بڑا بے علم ہو کہ وہ اپنے علاقہ کے سب سے بڑے صاحب علم سے اس دین کے بارے میں سوال کرے، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے۔

جب اس کی رہنمائی کی جائے تو وہ اس سے سوال کرے اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ اگر جوابا مفتی کہے جی ہاں ایسا ہی ہے، تو اس پر زندگی بھر عمل پیرا رہے۔ لیکن اگر وہ کہے کہ یہ میری رائے یا میرا قیاس یا فلاں کا قول ہے اور پھر اس کے حاملین اور متبعین کی فہرست گنوائے، جن میں قدیم اور جدید فقہاء ہوں، یا پھر اس سوال پر خاموش ہو جائے، یا وہ سائل کو ڈانٹ دے یا کہے کہ مجھے علم نہیں، ایسی تمام صورتوں میں اس کی بات لے کر عمل کرنا حلال نہیں ہے، بلکہ اس کے بارے میں کسی اور سے سوال کرے۔ اس کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے "تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے صاحب امر کی" اس آیت میں اللہ رب العزت نے صاحب امر میں سے کسی کی اطاعت کا حکم نہیں دیا، لہذا جس شخص نے کسیصاحب علم یا جماعت علماء کی تقلید کی وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے دامن کش رہا، اولی امر کا تابع فرمان ہوا۔ اس لئے جو شخص ان کی طرف اپنے مسائل میں لوٹا جن کا ذکر کیا گیا ہے، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی کیوں کہ اللہ تعالی نے کہیں بھییہ حکم نہیں دیا کہ بعض اولی الامر کی اتباع کرو اور دیگر کو چھوڑ دوں۔"

ابن حزم رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا اقتباس سے یہ آشکار ہوتا ہے کہ ان کے ہاں تقلید کا باب مطلق طور پر نہ صرف بند ہے بلکہ تقلید حرام ہے جس کے نتیجے میں اہل علم کے لئے تو باب اجتہاد تا قیامت وا ہے ہی عام مسلمانوں کے لئے بھی وہ اجتہاد ہی کے قائل ہیں

نصوص کتاب وسنت سے تمسک

ابن حزم کے نظریہ اجتہاد سے جو رہنما اصول فکر و نگاہ کے سامنے آشکار ہوتے ہیں ان میں سے ایک بہت بڑا اصول کتاب وسنت کے نصوص سے گہری وابستگی ہے اور صرف کتاب وسنت کے نصوص کو ہی دین کے ہر مسئلہ میں پہلا اور آخری حل اور دلیل سمجھا جائے۔ قیاس اور استحسان جیسے اصولوں کو وہ یک سر نظر انداز کرتے ہیں نیزہ دعوت دیتے ہیں کہ یہ کم ہمتی کی بات ہے کہ قرآن وسنت کے نصوص کو محدود خیال کر کے تعلیل کا سہارا لے کر تفریعات کے انبار لگائے جائیں۔ وہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"فِی دِینُ الْإِسْلَامِ اللَّازِمُ لِكُلِّ أَحَدٍ لَا يُؤْخَذُ إلَّا مِنْ الْقُرْآنِ أَوْ مِمَّا صَحَّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إمَّا بِرِوَايَةِ جَمِيعِ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ عَنْهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - وَهُوَ الْإِجْمَاعُ، وَإِمَّا بِنَقْلِ جَمَاعَةٍ عَنْهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - وَهُوَ نَقْلُ الْكَافَّةِ. وَإِمَّا بِرِوَايَةِ الثِّقَاتِ وَاحِدًا عَنْ وَاحِدٍ حَتَّى يَبْلُغَ إلَيْهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - وَلَا مَزِيدَ. قَالَ تَعَالَى: {وَمَا

[52] المحلی 1/85

يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى} [1] {إِنْ هُوَ إِلا وَحْيٌ يُوحَى} [2] وَقَالَ تَعَالَى: اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ

أَوْلِيَاءَ [3] وَقَالَ تَعَالَى: {الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ} ."[53] [4]

دین اسلام کے بارے میں ہر ایک پر لازم ہیں کہ ہو صرف قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مروی روایت سے اخذ کرے ایسی روایت جسے تمام علمائے امت روایت کریں جسے اجماع کہا جاتا ہے یا ایک جماعت نقل کرے جسے نقل الکافہ (یعنی متواتر روایت) کہتے ہیں یا پھر ثقات ایک دوسرے سے روایت کرے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے اس کے سوا دین اسلام کچھ بھی نہیں ہے جبکہ ارشاد باری تعالی ہے:

{وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ }[54]

"وہ رسول اپنی خواہش سے گفتگو نہیں کرتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔"

ایسے ارشاد ربانی ہے:

{اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ}[55] [1]

"تم اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اور اس کے علاوہ کسی کی بھی اتباع مت کرو۔"

اس اقتباس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ ماخذ دین صرف اور صرف کتاب وسنت کو مانتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی بھی شے قیاس وغیرہ کو ماخذ دین تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، اسی لیے فرماتے ہیں کہ جب قرآن وسنت کینصوص ہمیں متعارض معلوم ہوں تو ہمارا پہلا فرض یہ ہی ہے کہ ان پر عمل کیا جائے اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں

"فَإِنْ تَعَارَضَ فِيمَا يَرَى الْمَرْءُ آيَتَانِ أَوْ حَدِيثَانِ صَحِيحَانِ، أَوْ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَآيَةٌ، فَالْوَاجِبُ اسْتِعْمَالُهُمَا جَمِيعًا، لِأَنَّ طَاعَتَهُمَا سَوَاءٌ فِي الْوُجُوبِ، فَلَا يَحِلُّ تَرْكُ أَحَدِهِمَا لِلْآخَرِ مَا دُمْنَا نَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ."[56]

"اگر انسان کے زاویہ نگاہ میں اسے دو آیات یا دو احادیث یا ایک آیت اور حدیث صحیح میں تعارض دکھائی دے رہا ہے واجب ہے کہ شرعی کے طور پر دونوں پر عمل کیا جائے کیونکہ ان دونوں کی اطاعت برابری کی سطح پر واجب ہے اور ہمارے لئے یہ روا نہیں ہے کہ ایک کو دوسری کے مقابلے میں ترک کردیں جب تک ہماری ہمتیں جواب نہیں دیتیں۔"

یہاں ابن حزم اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ قرآن وسنت میں سے کسی نص کو اس بنیاد پر ترک کردینا کہ یہ کسی دوسری نص کے متعارض ہے درست نہیں، بلکہ جہاں تک بن پڑے یہ کوشش کی جائے کہ ان دونوں نصوص پر عمل کیا جائے۔

کیوں کہ نص شریعت ہونے کی وجہ سے اور دین ہونے کے باعث برابری کا درجہ رکھتی ہیں۔ ابن حزم کا قرآن وسنت سے اس قدر گہرا تعلق ہے کہ وہ ماخذ شریعت اور دلیل شرعی کے طور پر کتاب وسنت کے علاوہ کسی دوسری دلیل کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ان کا مرجع وماوی بس خدا کا کلام آقائے نامدار کا فرمان ہے اس سے آگے بڑھنے کے لیے وہ کسی طرح بھی تیار نہیں ہیں لہذا المحلی میں فرماتے ہیں:

"وَلَا يَحِلُّ الْقَوْلُ بِالْقِيَاسِ فِي الدِّينِ وَلَا بِالرَّأْيِ لِأَنَّ أَمْرَ اللهِ تَعَالَى عِنْدَ التَّنَازُعِ بِالرَّدِّ إِلَى كِتَابِهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ صَحَّ، فَمَنْ رَدَّ إِلَى قِيَاسٍ وَإِلَى تَعْلِيلٍ يَدَّعِيه أَوْ إِلَى رَأْيٍ فَقَدْ خَالَفَ أَمْرَ اللهِ تَعَالَى الْمُعَلَّقَ بِالْإِيمَانِ وَرَدَّ إِلَى غَيْرِ مَنْ أَمَرَ اللهُ تَعَالَى بِالرَّدِّ إِلَيْهِ، وَفِي هَذَا مَا فِيهِ. قَالَ عَلِيٌّ: وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: {مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ} وَقَوْله تَعَالَى: {تِبْيَانًا

---

53 النجم: 3-4

54 ایضا

55 الاعراف، 7:1

56 المحلی، 1، 72

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

لِكُلِّ شَيْءٍ} وقوْله تَعَالَى {لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ} قَوْله تَعَالَى: {الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ} [4] إِبْطَالٌ لِلْقِيَاسِ وَلِلرَّأْيِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَخْتَلِفُ أَهْلُ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ اسْتِعْمَالُهُمَا مَا دَامَ يُوجَدُ نَصٌّ، وَقَدْ شَهِدَ اللَّهُ تَعَالَى بِأَنَّ النَّصَّ لَمْ يُفَرِّطْ فِيهِ شَيْئًا، وَأَنَّ رَسُولَهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - قَدْ بَيَّنَ لِلنَّاسِ كُلَّ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ، وَأَنَّ الدِّينَ قَدْ كَمُلَ فَصَحَّ أَنَّ النَّصَّ قَدْ اسْتَوْفَى جَمِيعَ الدِّينِ، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ كَذَلِكَ فَلَا حَاجَةَ بِأَحَدٍ إِلَى قِيَاسٍ وَلَا إِلَى رَأْيِهِ وَلَا إِلَى رَأْيِ غَيْرِهِ."[57]

''ہمارے لیے حلال ہی نہیں ہے کہ دین میں رائے اور قیاس سے گفتگو کریں کیوں کہ اللہ رب العزت نے تنازعات میں اپنی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کا حکم دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان معیار صحت پر پورا اترتا ہو۔ لہذا جس شخص نے قیاس علت اور رائے کی جانب تنازعات میں رجوع کیا اس نے اللہ کے اس فرمان کی مخالفت کی جو متعلق بالا یمان ہے (جس کی بنیاد پر ایمان کا ثبوت اور عدم ثبوت لازم آتا ہے) اور اللہ کے حکم کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف رجوع کیا تو اس بارے میں اس کا وہی حکم ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے علی کہتے ہیں اللہ کا فرمان ''اس نے کوئی بھی چیز کتاب میں سے چھوڑی نہیں ہے'' اور باری تعالی کا قول ''آج میں نے تمھارے لیے دین کی تکمیل کر دی ہے'' میں قیاس اور رائے کا ابطال کیا گیا کیوں کہ اہل رائے اور اہل قیاس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ان دونوں کا استعمال اس وقت تک درست نہیں جب تک نص موجود ہو جب کہ نص کے وجود کے بارے میں اللہ رب العزت نے شہادت دی ہے کہ ''کوئی بھی چیز نظر انداز نہیں کی گئی۔ اور رسول گرامی قدر نے لوگوں کے لیے ہر نص قرانی کی وضاحت بھی بیان کر دی ہے اور دین اپنی پوری جامعیت سے مکمل ہو گیا لہذا یہ کہنا درست ہوا کہ نص پورے دین کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اس کے دائرہ کمال سے کچھ بھی خارج نہیں۔ جب یہ سب کچھ ایسے ہی ہے جیسے ہم بیان کر چکے ہیں تو پھر نہ کسی قیاس کی حاجت رہ جاتی ہے اور نہ رائے زنی کی۔''

ابن حزم کے اس بیان کے بعد یہ بات پورے شرح وبسط سے واضح ہو جاتی ہے کہ ابن حزم فقط تمسک نصوص کتاب وسنت کے داعی ہیں اس کے علاوہ کسی بھی چیز کو بھی وہ دین یا ماخذ دین کے طور پر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں بل کہ اسے حرام خیال کرتے ہیں اور اس روش کو ایمان کے بھی منافی سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوا ہے۔

دلیل کی پیروی کے رجحان کی آبیاری

ابن حزم اور جمہور کے اصول اجتہاد کے مطالعہ سے جو شے بہت نکھر کر سامنے آتی ہے وہ دلیل کی اتباع اور پیروی کا بے پناہ رجحان ہے۔ اگرچہ جمہور فقہاء حنابلہ، شوافع، مالکیہ اور احناف بھی دلیل کی اتباع کے ہی قائل اور داعی ہیں لیکن قرآن وسنت کے دلائل کے علاوہ ان کے ہاں دلیل کے ماخذ کافی تعداد میں ہیں۔ جبکہ ابن حزم کا دلائل قرآن و سنت کے حوالے سے جو نکتہ نظر ہے وہ مختلف اور منفرد ہے۔ کہ وہ نصوص شرعیہ کے آجانے کے بعد اور کسی دلیل کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اس لئے شریعت کے مصادر کے حوالے سے جو منہجی استقامت ابن حزم کے ہاں نظر آتی ہے وہ دیگر مذاہب میں بہت کم ہے۔

اہل علم کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ ابن حزم الظاہری رحمہ اللہ ابو سلیمان علی بن داؤد الظاہری رحمہ اللہ کے مؤقف پر تھے اور ان کے اصولی مؤقف سے آپ کو اتفاق تھا۔ علی بن داؤد کی بے پناہ قدر کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم انہیں اپنے شیوخ میں تسلیم کرتے ہیں لیکن ہم ان کی تقلید کے مطلق قائل نہیں بل کہ مجتہد ہیں اور آپ اس دعویٰ میں حق بہ جانب ہیں۔ داؤد بن علی کے اس قدر احترام کے باوصف آپ دلیل کے پیرو تھے۔ اور دلیل کی بنیاد پر کسی کے مذہب کی تائید اور مخالفت سے نہ گھبراتے تھے۔ دیگر مذاہب کے آئمہ سے اختلاف اور اس میں جارحانہ رویہ تو آپ کے ہاں بہ کثرت نظر آتا ہے۔ لیکن دلیل کی بنیاد پر آپ خود امام داؤد اور دیگر فقہائے مذہب سے بھی اختلاف کرتے ہیں، جس کی بیسیوں امثلہ ''المحلیٰ'' میں بکھری پڑی ہیں۔

مثال:

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ سب وشتم کے مرتکب کے بارے میں ظاہریہ کا خیال یہ ہے کہ اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔ جبکہ ابن حزم رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق اس سلسلہ میں ظاہریہ کا مؤقف دلائل قرآن وسنت کے منافی ہے اس لئے اس کی تردید کی ہے اور دیگر فقہاء کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے ہاں اہمیت دلیل کی ہے۔ نہ کہ اس جماعت یا گروہ کی جو فکری سطح پر ان کا ہمنوا ہے۔ اس کے متعلق ''المحلیٰ'' میں تحریر کرتے ہیں:

---

[57] ایضا۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

"مَنْ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَوْ اللَّهَ تَعَالَى، أَوْ نَبِيًّا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ، أَوْ مَلَكًا مِنْ الْمَلَائِكَةِ، أَوْ إِنْسَانًا مِنْ الصَّالِحِينَ، هَلْ يَكُونُ بِذَلِكَ مُرْتَدًّا - إنْ كَانَ مُسْلِمًا - أَمْ لَا؟ وَهَلْ يَكُونُ بِذَلِكَ نَاقِضًا لِلْعَهْدِ - إنْ كَانَ ذِمِّيًّا - أَمْ لَا؟ قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - أَوْ نَبِيًّا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ، مِمَّنْ يَقُولُ: إنَّهُ مُسْلِمٌ:

فَقَالَتْ طَائِفَةٌ: لَيْسَ ذَلِكَ كُفْرًا.وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: هُوَ كُفْرٌ، وَتَوَقَّفَ آخَرُونَ فِي ذَلِكَ: فَأَمَّا التَّوَقُّفُ فَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا." [58]

"جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالی یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کو یا کسی فرشتے کو یا کسی صالح شخص کو گالی دی تو کیا اگر وہ مسلمان تھا تو اس عمل سے مرتد ہو جائے گا یا نہیں۔ایسے ہی اگر وہ ذمی ہے تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا یا نہیں۔ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل علم کا شاتم رسول اور شاتم انبیاء کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے۔ایک گروہ کا خیال ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے یہ عمل کفر نہیں ہے جبکہ اہل علم کی بڑی تعداد اسے کفر خیال کرتی ہے۔البتہ ہمارے اصحاب (اہل ظاہر) اس بارے میں توقف اختیار کرتے ہیں۔"

اس قول سے علم ہوتا ہے کہ اہل ظاہر اس شخص کے کفر اور اسلام کے بارے میں خاموش ہیں جس سے ایک بات بہر حال واضح ہوتی ہے کہ وہ کفر نہیں مانتے جس پر ابن حزم رحمہ اللہ نے رد کیا ہے اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ شاتم رسول کافر اور مرتد ہے جس کو قتل کر دیا جائے گا۔آپ رقم طراز ہیں:

"فَإِذْ قَدْ سَقَطَ هَذَا الْقَوْلُ فَالْوَاجِبُ أَنْ نَنْظُرَ فِيمَا احْتَجَّتْ بِهِ الطَّائِفَةُ الْقَائِلَةُ إنَّ مَنْ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَوْ نَبِيًّا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ، أَوْ مَلَكًا مِنْ الْمَلَائِكَةِ - عَلَيْهِمْ السَّلَامُ - فَهُوَ بِذَلِكَ الْقَوْلِ كَافِرٌ - سَوَاءٌ اعْتَقَدَهُ بِقَلْبِهِ أَوْ اعْتَقَدَ الْإِيمَانَ بِقَلْبِهِ." [59]

"جب یہ قول (کہ شاتم رسول کافر نہیں) دلائل کی رو سے ساقط الاعتبار ہے تو ضروری ہے کہ ہم انہی دلائل کو حجت تسلیم کریں کہ جو شخص شاتم رسول، شاتم انبیاء یا شاتم ملائکہ ہے وہ اس وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔برابر ہے کہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھے یا پھر وہ یہ سمجھے کہ وہ ایمان کو دل سے قبول کرتا ہے۔"

اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ دلیل کے پیرو ہیں نہ کہ کسی خاص مذہب کی صداقت کے علمبردار۔

مزدلفہ میں ایک اقامت سے جمع صلاتین

ایسے ہی امام ابن حزم رحمہ اللہ نے دلیل کی بنیاد پر ابو بکر بن داؤد جو کہ فقہائے ظاہریہ میں سے ہیں ان کی اس رائے کہ مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک اقامت کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے اس کی مخالفت کی ہے۔داؤد بن علی کے اس مؤقف کو بھی دلیل کی وجہ سے ترک کر دیا ہے کہ جب کوئی شخص مرتد ہو جائے اور بعد از ارتداد اعادہ اسلام کرے تو اس کو حج دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔

لہذا ابن حزم رحمہ اللہ نے دلیل کی پیروی کے رجحان کو بہت تقویت دی ہے اگرچہ جمہور کا بھی عمومی مذہب یہی ہے اور وہ اسی کے قائل ہیں۔لیکن وہاں قیاس اور استحسان کو بھی دلیل کا درجہ حاصل ہے جبکہ ابن حزم رحمہ اللہ صرف کتاب وسنت کو یہ مقام دینے کے روادار ہیں۔

تیسیر اور عدم حرج

ابن حزم رحمہ اللہ اور جمہور کے مناہج اجتہاد میں جو بات انتہائی طور پر متفق ہے وہ تیسیر کا مہیا کرنا اور حرج سے بچانا ہے۔اس سلسلہ میں ابن حزم رحمہ اللہ کے مؤقف میں بے حد توسع ہے جو دیگر مناہج اجتہاد میں نظر نہیں آتی۔اگرچہ دیگر فقہاء کا یہ دعوی ہے کہ قیاس و تعلیل آسانی اور تیسیر فراہم کرتے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ کے نظریہ میں توسع زیادہ ہے۔جس کی بنیاد ابن حزم رحمہ اللہ کے اس اصول پر ہے کہ حرام چیزیں فقط وہ ہیں کہ جن کی حرمت نص میں آگئی ہے بقیہ تمام اشیاء اصلاً حلال ہیں الا کہ کوئی دوسرا سبب شرعی آڑے آجائے۔اس سلسلہ میں وہ المحلی میں ایک بحث بھی بڑی تفصیل سے کرتے ہیں کہ بعض اجناس میں اور سونے چاندی میں کمی بیشی لین

---

[58] المحلی، 12، 431

[59] المحلی ۱۲/۴۳۶۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

دین میں سود ہے۔اس بارے میں ابن حزم رحمہ اللہ کا خیال یہ ہے کہ انہیں اشیاء میں کمی بیشی کے ساتھ خرید وفروخت میں سود داخل ہوتا ہے جن کا ذکر نص میں آگیا ہے ۔دیگر اشیاء جس طرح بھی زیادتی یا کمی سے فروخت کی جائیں ان کا فروخت کرنا جائز اور سود سے پاک ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ :

"وَالرِّبَا لَا يَجُوزُ فِي الْبَيْعِ، وَالسَّلَمِ إلَّا فِي سِتَّةِ أَشْيَاءَ فَقَطْ: فِي التَّمْرِ، وَالْقَمْحِ، وَالشَّعِيرِ، وَالْمِلْحِ، وَالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ - وَهُوَ فِي الْقَرْضِ فِي كُلِّ شَيْءٍ،فَلَا يَحِلُّ إقْرَاضُ شَيْءٍ لِيُرَدَّ إلَيْك أَقَلَّ وَلَا أَكْثَرَ، وَلَا مِنْ نَوْعٍ آخَرَ أَصْلًا، لَكِنْ مِثْلُ مَا أَقْرَضْت فِي نَوْعِهِ وَمِقْدَارِهِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فِي" كِتَابِ الْقَرْضِ "مِنْ دِيوَانِنَا هَذَا فَأَغْنَى عَنْ إعَادَتِهِ وَهَذَا إجْمَاعٌ مَقْطُوعٌ بِهِ."

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْبَيْعِ وَالسَّلَمِ، وَبَيْنَ الْقَرْضِ، هُوَ أَنَّ الْبَيْعَ وَالسَّلَمَ: يَكُونَانِ فِي نَوْعٍ بِنَوْعٍ آخَرَ، وَفِي نَوْعٍ بِنَوْعِهِ، وَلَا يَكُونُ الْقَرْضُ إلَّا فِي نَوْعٍ بِنَوْعِهِ وَلَا بُدَّ - وَبِاَللَّهِ تَعَالَى التَّوْفِيقُ.

وَكَذَلِكَ الَّذِي ذَكَرْنَا مِنْ وُقُوعِ الرِّبَا فِي الْأَنْوَاعِ السِّتَّةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْبَيْعِ وَالسَّلَمِ، فَهُوَ إجْمَاعٌ مَقْطُوعٌ بِهِ. "[60] "

’’بیع اور سلم میں ربا صرف چھ اشیاء کھجور، گندم، نمک، چاندی سونا اور جو میں ہے البتہ قرض کی حالت میں تمام چیزوں میں ہوگا۔لہذا کسی بھی چیز میں قرض اس طرح دینا کہ اس کی واپسی کم یا زیادہ ہوگی یہ حرام ہے۔ جیسے ہم
نے تفصیل کے ساتھ کتاب القرض میں ذکر کیا ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور اس مسئلہ پہ قطعی اجماع ہے۔
بیع سلم اور قرض میں فرق یہ ہے کہ بیع سلم میں ایک جنس کے مال کے بدلے دوسری جنس کی چیز خریدی یا فروخت کی جاسکتی ہے جبکہ قرض میں ضروری ہے کہ اُسی نوع کی ہو ایسے ہی وہ چھ اشیاء ہی جن میں کمی بیشی اور تبدیلی جنس بیع اور سلم دونوں ربا ہے اور یہ ایک اجماعی اور قطعی فیصلہ ہے۔اس کے علاوہ دیگر اشیاء میں بیع اور سلم میں کمی بیشی یا تبدیل جنس پر سود واقع ہوتا ہے یا نہیں یہ اختلافی مسئلہ ہے۔

ابن حزم رحمہ اللہ نے سود کے سلسلہ میں شریعت کا اصول واضح کر دیا ہے کہ یہ تجارت سلم اور قرض میں ہوتا ہے۔قرض میں کسی قسم کی کمی بیشی اور تبدیلی جنس پر ہر حال میں سود ہے جبکہ بیع اور سلم میں سود صرف انہی چھے چیزوں میں ہے جن کا ذکر نص نبوی میں آگیا ہے دیگر اشیاء اس میں شامل نہیں ہے جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ابن حزم کے مؤقف میں وضاحت بھی ہے اور تیسیر بھی، کہ ایک بالکل دوٹوک ہے اور دوسرا سود اور حرمت کے مسایل کو لا متناہی بنیادوں پر توسیع نہیں دی گی۔

ابن حزم تیسیر کے قائل ہیں اور جمہور کا بھی یہ اصول ہے کہ شریعت مطہرہ میں آسانی فراہم کرنا چاہیے البتہ ابن حزم کے موقف میں نسبتاً آسانی کا دایرہ کار بہت وسیع ہے۔

خلاصہ

اس آرٹیکل میں ابن حزم کے اسلوب اجتہاد کا مطالعاتی جائزہ لیا گیا ہے، جس کے ضمن میں اسلوب اجتہاد کی نمایاں خصوصیات مثلاً ظاہر نص کی پابندی، رائے کی کلی نفی، انکار تعلیل، استصحاب پر اعتماد، اسلوب اجتہاد سے مستنبط ہونے والے راہنما اصول مثلاً باب اجتہاد تا قیامت کھلا ہے، تقلید کی ممانعت، کتاب وسنت کے نصوص سے گہری وابستگی ،دلیل کی پیروی کے رجحان کی آبیاری، تاثیر اور عدم حرج کا ذکر کیا گیا ہے۔

مصادر مراجع

☆ أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري، الإحكام في أصول الأحكام، دار الآفاق الجديدة، بيروت۔
☆ شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي، تذكرة الحفاظ، دار الكتب العلمية بيروت-لبنان، 1419ھ
☆ محمد بن اسماعیل البخاري، صحيح البخاري، دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ
☆ أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري، المحلىٰ بالآثار، دار الفكر- بيروت،
☆ أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري، النبذة الكافية في أحكام اصول الدين، دار الكتب العلمية– بيروت ۱۴۰۵ھ
☆ الاتجاهات الفقهية عند أصحاب الحديث في القرن الثالث الهجري۔

---

[60] المحلیٰ، 12، 401-412

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

☆ أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري الفصل في الملل، مكتبة الخانجي۔ القاهرة۔

☆ أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري رسائل ابن حزم، المؤسسة العربية للدراسات والنشر۔

☆ أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري، الصادع، المؤسسة العربية للدراسات والنشر۔

☆ أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري ملخص ابطال القياس والرای، المؤسسة العربية للدراسات والنشر